سفارتی سطح پر مذمت کرنی چاہیے، تاہم دنیا بھر میں کسی بھی جگہ بشمول افغانستان، کشمیر، فلسطین وغیرہ، ہمیں نہ صرف ریاستی سطح پر مسلح جدوجہد کی پشت پناہی نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہمارے ملک کے ایسے لوگ یا تنظیمیں جو ان جگہوں پر مسلح جدوجہد میں مصروف عمل ہیں، ان کے خلاف سخت تادیبی کاروائی عمل میں لانی چاہیے، اور شدت پسندی کے رویے پر بنی کسی بھی تنظیم کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے، نہ کہ حوصلہ افزائی۔

سماجی اور معاشرتی اصلاحات:

دہشتگردی کے خاتمے اور پرامن معاشرے کے قیام کے لیے مذہبی، معاشی، معاشرتی، قانونی اور تمام شعبہ ہائے زندگی میں عدل وانصاف بہت ضروری ہے۔ معاشرے میں کچھ طبقات کے حقوق کو مسلسل نظرانداز کرنے سے جو مسائل پیدا ہوتے ہیں، ان کا اچھی طرح ادراک بہت ضروری ہے۔ وہ افراد اور گروہ جو مایوسی اور محرومی کی زندگی گزار رہے ہیں، وہ اپنے ادنی مفادات کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں، اس لیے ہمیں انہیں حقوق دے کر ان کا احساس محرومی ختم کرنا چاہیے۔ ہمارے ملک میں مذہبی، معاشی، معاشرتی، قانونی، لسانی اور صوبائی سطحوں پر لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہے جن کے اندر نہ صرف احساس مایوسی اور محرومی پنپ رہا ہے بلکہ ایک آتش فشاں کی شکل اختیار کر رہا ہے جس کے پھٹنے سے جو نقصان ہوگا، اس کی قیمت ہمیں نسل در نسل چکانی پڑے گی، اس لیے ہمیں نہ صرف ان لوگوں کی شکایات کو ٹھنڈے دل ودماغ سے سننا ہوگا بلکہ ان کو مساوی حقوق بھی مہیا کرنا ہوں گے۔ حقوق سے محرومی کے معاملے میں مذہبی اقلیتوں اور چھوٹے و پسماندہ صوبوں اور علاقوں کے لوگوں کا لحاظ خاص طور پر ضروری ہے۔

اسی طرح دہشت گردی، بدامنی اور جرائم کے بنیادی اسباب یعنی غربت جہالت اور کرپشن کے خاتمے کے لیے موثر اور سنجیدہ اقدامات کیے جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ روایتی کھیلوں، ثقافتی میلوں، موسیقی، ڈرامے اور دیگر تفریحی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے باضابطہ پالیسیاں مرتب کی جائیں تاکہ فرسٹریشن سے پاک ایک اچھا اور صحت مند معاشرہ قائم ہوسکے۔

سماجیات

معاون درسی کتاب

مرتبین: خورشید احمد ندیم / محمد حسین

موضوعات: سماج اور فرد، سماج اور اخلاقیات، اخلاقی اور سماجی رویے، سماجی علوم اور شخصیت سازی، سماج اور آئین، سماجی ادارے، اہم سماجی تنازعات

ناشر: ادارہ تعلیم وتحقیق اسلام آباد

051-4900232 / ore.pak@gmail.com

مباحثہ ومکالمہ

ڈاکٹر مختار احمد *

تین طلاقوں کا مسئلہ

جناب محترم مفتی شبیر احمد صاحب کی ہدایت پر اس ناچیز نے جناب ڈاکٹر طفیل ہاشمی صاحب کا مضمون "یکبارگی تین طلاقوں کے نفاذ کا مسئلہ" مطالعہ کیا، لیکن افسوس مجھے شدید مایوسی ہوئی کہ انہوں نے تین طلاقوں کو تین ہی قرار دینے کی کچھ خود ساختہ علتیں بیان کی ہیں۔ ان علتوں کو طلاق کے مسئلے سے منسلک کرنے کے لیے انہوں نے قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہیں دی، بلکہ "عرب معاشرے اور سماج" کی کچھ خصوصیات کو اپنی دانست میں تین طلاقوں کے اکھٹے نفاذ کی علت قرار دے دیا ہے اور پھر خود ہی نتیجہ نکالتے ہوئے فرمایا ہے کہ چونکہ آج ہمارے "معاشرے" میں یہ علتیں موجود نہیں ہیں، اس لیے تین طلاقوں کو تین نہیں بلکہ ایک طلاق قرار دینا چاہیے۔ حالانکہ اگر ان علتوں کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر سرے سے طلاق کے تصور ہی کو ختم کرنا پڑے گا۔ کجا ایک، دو اور تین طلاقوں کی بحث میں انسان الجھے!

۱۔ ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ "عرب معاشرے" میں عورت کو مہر کی ادائیگی نکاح کے قبل یا پھر فوراً بعد کی جاتی تھی اور اس پر عورت کا قطعی حق تسلیم کیا جاتا تھا، جبکہ آج کل عورت کو مہر کی ادائیگی نہیں کی جاتی یا مہر کی مقدار بہت تھوڑی مقرر کی جاتی ہے۔

مہر کی ادائیگی اور اس کی ملکیت تو عورت کا قطعی حق اب بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس نے آ کر یہ حق تین طلاقوں کو ایک سے بدلنے کے عوض سلب کر لیا ہے؟ مہر کے تقرر اور ادائیگی کا تعلق نکاح سے ہے، نہ کہ طلاق سے۔ نکاح کے منعقد ہونے کے لیے مہر مقرر کرنا شرط ہے جس کے بغیر نکاح ہی درست نہیں ہوتا، کجا کہ طلاق کا سوال پیدا ہو سکے۔ اگر عورت کو حق مہر سے محروم رکھا جاتا ہے تو اس کی حق تلفی کو روکنے کے لیے مرد کو ریاستی طاقت یا عدالت کے ذریعے حق مہر ادا کرنے پر مجبور کیا جائے۔ طلاق کا قانون چھیڑنے کی کوئی سبیل نہیں۔

۲۔ دوسری علت ڈاکٹر صاحب نے یہ بیان فرمائی ہے کہ عرب معاشرے میں طلاق کے بعد بچوں کی ذمہ داری مرد پر ہی عائد ہوتی تھی، آج کل عورت پر سارا بار ڈال دیا جاتا ہے۔ بچوں کی پرورش کی ذمہ داری طلاق سے پہلے بھی اور بعد میں بھی مرد پر ہی عائد ہوتی ہے۔ شریعت کا یہ حکم بھی منسوخ کرنے والا کوئی پیدا نہیں ہوا۔ بچوں کی ذمہ داری عورت

* ڈائریکٹر رفاہ ایڈ، ایڈمنسٹریٹر السلام ویلفیئر فاؤنڈیشن، (مین) کابل آفس

drmukhtaronline@gmail.com:Email

پر ڈالنے کے بدلے میں مرد کی دی گئی تین طلاقوں کو ایک تصور کر لینا دین میں خود ساختہ قطع و برید سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہ بہانے بازیاں دراصل شریعت اسلامی کے متعلق پھیلائی گئی سیکولر اور لبرل طبقات کی ڈس انفارمیشن مہم کا حصہ ہے جس سے بعض مسلمان مفکرین غیر ارادی طور متاثر ہوئے ہیں۔

۳۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق عرب معاشرے کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں مطلقہ اور بیوہ سے شادی کرنا نہ صرف معیوب تصور نہیں کیا جاتا تھا بلکہ مستحسن امر گردانا جاتا تھا۔ یہ خصوصیت تو درحقیقت عرب معاشرے کی اسلامائزیشن کا اثر تھا۔ اسلام نے اس ٹمٹماتے رویے کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس کی طرف اور زیادہ مؤثر انداز سے ترغیب دی، لیکن اس کا طلاق کے منعقد ہونے یا نہ ہونے سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔

یہ ہمارے آج کے معاشرے کا ایک بڑا المیہ ہے کہ طلاق کو عورت کے لیے (اور بعض علاقوں میں مرد کے لیے بھی) ایک گالی بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ طلاق یافتہ عورت کو طلاق ہونے کا واحد سبب اس کی مبینہ "بدکرداری" ہی کو سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سے شادی کرنا پورے معاشرے کی توپوں کا رخ اپنی طرف کرانے کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ یہ معاشرے کی جاہلانہ سوچ ہے۔ لڑکی کی منگنی ٹوٹنے یا اس کو طلاق ہو جانے کو محض بدکرداری کی عینک سے دیکھ کر اس کو ہمیشہ کے لیے اچھوت قرار دینا معاشرے میں علم اور سمجھ بوجھ کے عنقا ہونے کی علامت ہے، نہ کہ طلاق کے قانون میں خرابی کی دلیل۔ شریعت مرد کو طلاق کی مطلق اجازت دیتا ہے۔ طلاق کی بہت سی دیگر وجوہات بھی ہیں جو ضروری نہیں کہ عورت کی بدکرداری پر ہی دلالت کرتی ہوں۔ معاشرے کی اس جہالت کو دور کرنے کی بجائے طلاق کے منعقد ہونے یا نہ ہونے کو اس خود ساختہ علت پر موقوف ٹھہرایا جا رہا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

۴۔ ڈاکٹر طفیل ہاشمی صاحب کا یہ فرمانا کہ "عرب معاشرے میں اکٹھے تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا نقصان مرد کو ہوتا تھا، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مرد کو سزا دینے کے لیے اسے نافذ کیا، اور ساتھ میں اکٹھے تین طلاق دینے والے مرد کو تعزیری سزا بھی دیتے تھے" بھی میرے ناقص خیال میں ناواقفیت پر مبنی ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرد کو تعزیری سزا دینے کے حضرت عمر کے فیصلے کو تو باقی رکھنا چاہتے ہیں، البتہ تین طلاقوں کو تین ہی نافذ کرنے کے حضرت عمر کے اسی فیصلے کے دوسرے پہلو کو ختم کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ یہ دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا معصیت ہے اور اس معصیت کا ارتکاب نہ صرف مرد کے لیے رجوع کی گنجائش باقی نہیں چھوڑتا بلکہ عورت کو بھی مرد کی رنجش اور ناراضگی دور کرنے کے مواقع سے محروم کر دیتا ہے، تبھی حضرت عمر نے اس کے لیے تعزیری سزائیں دیں۔ اگر تین طلاقیں بیک وقت واقع ہی نہ ہوتیں تو یہ ایک لغو فعل ہوتا۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص پر غضبناک ہوتے جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دی تھیں اور نہ حضرت عمر تعزیری درے لگواتے۔ قرآن اور احادیث رسول کی روشنی میں ایک اچھے مسلمان کی علامت یہ ہے کہ وہ لغو باتوں سے تعرض نہیں کرتے۔

ڈاکٹر صاحب نے معاشرے کی جاہلانہ رسوم و رواج اور ان کے نتیجے میں عورت پر مرتب ہونے والی زیادتیوں کا ذمہ دار سراسر تین طلاقوں کے یکبارگی انعقاد کو قرار دے کر ثابت کیا ہے کہ انہیں کچھ بھی ایسا چاہیے جس سے ایک مجلس

میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جا سکے۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اگر ان کی رائے کو اپناتے ہوئے مرد تین مختلف اوقات میں طلاق دے کر عورت کو گھر سے نکالے گا تو پھر کیا اس کو مہر کی ادائیگی فرشتے اتر کریں گے؟ کیا اس صورت میں بچوں کی ذمہ داریاں مرد اٹھانے پر رضا کارانہ تیار ہو جائے گا؟ کیا اس صورت میں مہر کے کم ہوتے ہوئے بھی عورت مالدار ہو جائے گی؟ کیا پھر طلاق یافتہ عورتوں کو بدکردار سمجھنے کا رجحان جڑ سے اکھڑ جائے گا؟ اور ان سے شادی کرنے میں کوئی امر مانع نہیں رہے گا؟ میرے خیال میں تو جو عورت اس طرح طلاقیں لے کر گھر سے نکلے گی، وہ زیادہ ذلت و رسوائی کا سامنا کرے گی۔ اگر معاشرے کی اصلاح کی بجائے طلاق کے قوانین کا "اصلاح" کے نام پر اس طرح حلیہ بگاڑا جاتا رہا تو ایسی صورت میں طلاق یافتہ عورت سے نکاح کرنا تو درکنار، کوئی ترس کھا کر اس کو بھیک بھی نہیں دے گا۔

اب ذرا اس پر نظر ڈالتے ہیں کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعی ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ انہی معاشرتی علل کے تحت تین طلاقوں کو تین نافذ کیا تھا یا اس کی دلیل "شرعی" ہے؟

مستند احادیث کے مطابق اکٹھی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں جسے فقہی اصطلاح میں طلاق مغلظہ کہا جاتا ہے۔ مستند اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود تین طلاقوں کو نافذ کیا ہے، لیکن طلاق دینے والے کو اللہ کی نافرمانی کا مرتکب بھی قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ان کی والدہ کو ہزار طلاقیں دیں۔ انہوں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا:

> بانت منه بثلث فی معصیة الله تعالیٰ، وبقی تسع مائة وسبع وتسعون ظلماً وعدواناً؛ ان شاء الله عذبه وان شاء غفرله
>
> ''تین طلاقوں سے تو اللہ کی نافرمانی کے ساتھ وہ عورت اس سے جدا ہو گئی، اور باقی نو سو ستانوے طلاقیں ظلم اور عدوان کے طور پر باقی رہ گئی ہیں جن پر اللہ چاہے تو اسے (یعنی تیرے باپ کو) عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے۔''

البتہ ایک حدیث میں، جس سے انتہائی کمزور طرز استدلال کے ذریعے یکبار دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ذکر ہے کہ ایک شخص نے آ کر عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیتے وقت محض تاکید کی خاطر لفظ "طلاق" کو تین بار دہرایا تھا حالانکہ میری نیت ایک ہی طلاق دینے کی تھی۔ آپ نے اس سے دوبارہ پوچھا کہ کیا واقعی تم نے ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی؟ اس نے اقرار کیا۔ تب آپ نے اسے ایک طلاق قرار دیا۔ تین طلاقوں کو ایک ثابت کرنے کی کوشش کرنے والے اس حدیث کا سہارا لیتے ہیں، حالانکہ یہ حدیث بھی تین طلاقوں کو تین ثابت کرنے میں صریح ہے، کیونکہ اس میں نیت ایک طلاق کی ہونے کی تصریح ہے۔ لہٰذا اس کو تین کی نیت سے دی گئی طلاقوں کو ایک قرار دینے کی دلیل کس طرح بنایا جا سکتا ہے؟